درسِ قرآن

(وَسَارِعُوْا ..... لِلْمُتَّقِيْنَ)

حافظ محمدؐ ادریس

حمد و ثناء کے بعد:

"وسارعوا ــــــ للمتقین۔" (سورۃ آلِ عمران آیت نمبر ۱۳۳)

ترجمہ: "اور دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمان ہیں۔ وہ تیار کی گئی ہے متقی لوگوں کیلئے۔"

قابلِ احترام بھائیو! عزت مآب بہنو اور مہمانانِ گرامی قدر! میں نے آپ کے سامنے سورۃ آل عمران کی ایک آیت پڑھی ہے اور اس کا ترجمہ پیش کیا ہے ۔ قرآنِ مجید کتابِ ہدایت ہے اور اس کا ہر مقام انسان کو منزلِ مقصود کا پتہ دیتا ہے اس قرآنِ مجید نے دنیا کی ایک پسماندہ قوم کو اِنسانیت کی امامت و قیادت پر فائز کر دیا تھا اور یہ آج بھی ہماری بگڑی بنا سکتا ہے۔ آج کے دور میں ہم آخرت سے بے فکر، روز حشر کی بازپرس سے غافل اور قرآن سے بے تعلق ہو کر مادہ پرستی کی دوڑ میں جت گئے ہیں۔ اس دوڑ میں کوئی جیتتا ہے اور کوئی ہارتا ہے۔ مگر یہ جیت بھی کوئی جیت نہیں، اصل جیت اور ہار کا فیصلہ اس روز ہو گا جب اعمال نامے حاضر کئے جائیں گے، جب راز کھول دیے جائیں گے۔ جب جنت سجائی جائے گی اور دوزخ بھڑکائی جائے گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو زندگی کی حقیقت سمجھا دی تھی انہوں نے دنیا میں مار بھی کھائیں اور نقصان بھی برداشت کیے مگر جو عہد ایک بار کر لیا اس سے کبھی روگردانی نہ کی جو منزل متعین کر لی اس سے کبھی رخ نہ موڑا اور جو سودا اپنے مالک کے ساتھ کیا اسے ہمیشہ نفع

بخش سمجھا ۔ انہوں نے اپنی جان اپنا مال جنت کے بدلے فروخت کر دیا تھا ۔ نہ جان جانے کا غم ان کے قدم روک سکتا تھا نہ مال کا چھن جانا ان کی ہمتیں پست کر سکتا تھا ۔ وہ دنیا کے سود و زیاں سے بلند اور جنت کے طلبگار تھے۔ انہیں کسی چیز سے عشق تھا تو وہ جنت تھی۔ ان کے دل میں خوف تھا تو وہ دوزخ کا عذاب تھا ۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے دامن میں پناہ لے کر وہ مطمئن تھے۔ نہ کبھی پشیمان ہوئے نہ پچھتائے ۔

یہ مقام ہی ایسا مقام ہے، جہاں کبھی پچھتاوا نہیں ہو سکتا ۔ انہوں نے جو فیصلہ کیا، سوچ سمجھ کر کیا، ٹھیک کیا اور اس فیصلے کا حقیقی نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سامنے میدانِ حشر میں پہنچنے کے بعد سامنے آئے گا ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بتاتا ہے کہ میری راہ میں تم جو مشکلات اٹھاتے ہو، جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہو، جو جدوجہد اور تگ و دو کرتے ہو، اس کا ماحصل میری مغفرت اور جنت ہے ، چنانچہ اس سورہ میں آپ دیکھیں گے پہلے کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر کا ذکر کیا، اور فرمایا کہ وہاں بھی کامیابی اور نصرت اللہ کی مدد سے ملی تھی اور پھر آگے جنگِ احد کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے تمہیں کامیابی عطا فرمائی، مگر تم ایک غلطی کر بیٹھے اور اس غلطی کے نتیجے میں فتح شکست میں تبدیل ہوگئی ۔

یہ آیت جو میں نے آپ حضرات کے سامنے پڑھی ہے، اس میں جنت اور مغفرت کی طرف پیش قدمی کا حکم ہے اور ان لوگوں کی صفت بیان کی گئی ہے جو اس کام کو کامیابی کے ساتھ کر گزرتے ہیں۔ "وسارعوا الی المغفرة من ربکم وجنة" اور دوڑ کر آگے بڑھو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جاتی ہے ۔ "عرضها السموات والارض" جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے ۔

یسارع، عربی زبان میں باب مفاعلہ کے وزن پر مسارعہ سے ہے ۔ اس باب کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ اس میں مقابلے کی کیفیت پائی جاتی ہے ۔ اس کا مادہ سرعت ہے، اور سرعت کے معنی تیزی کے ہیں ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ اگر تم تیزی کے ساتھ دوسروں سے آگے بڑھنا چاہتے ہو، تو آؤ میں تمہیں ایک ایسا میدان بتاؤں جس میدان میں تیزی دکھانی چاہیے ۔

یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ مہم جو واقع ہوا ہے، وہ مقابلہ کرتا ہے، وہ دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے ۔ آج آپ اپنے گرد و نواح میں دیکھیں، اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو دیکھیں، اپنے ملک کے معاشرے کو دیکھیں، ہر آدمی دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے ۔ یہ آگے بڑھنے کی کوشش مادہ پرستی کی زندگی تک محدود ہے، انسان دنیا کا مال و متاع

دوسروں سے زیادہ سمیٹنا چاہتا ہے ۔ یہاں اللہ ربّ العٰلمین نے اپنے بندوں کو بتایا ہے کہ یہ جو مقابلے کی صفت میں نے تمہارے اندر پیدا کر دی، تو آؤ تمہیں وہ میدان بھی بتاؤں جس میدان میں اسے استعمال کرنا چاہیے ۔

دوسرے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو یوں بیان کیا کہ "خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً" (الملک) (اس نے موت اور زندگی پیدا کی، تاکہ تمہیں آزمائے، تم میں سے کون اچھے اعمال کرتا ہے۔) حقیقت میں زندگی کا یہ سارا انتظام، اور موت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا جانا، انسان کی آزمائش ہے ۔ اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے ۔

جنت اور مغفرت کی طرف دعوت تو اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ دی ہے ۔ کہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "سابقوا الی ۔۔۔ والارض" (الحدید) (دوسروں سے آگے بڑھو اور مقابلہ کرو، جنت او. مغفرت کی طرف پیش قدمی کرنے میں ۔) اور کہیں ارشاد فرمایا،" ولتنظر نفس ما قدمت لغد" (الحشر) (ہر شخص کو سوچنا چاہیے کہ کل کے لیے اس نے کیا جمع کیا ہے، اس کی پونجی کیا ہے، اس کا سرمایہ کیا ہے)۔ اور کہیں ارشاد فرمایا، "ففروا الی اللہ " (الذاریت) (اللہ کی طرف دوڑ کر آؤ، بھاگو اللہ کی طرف، سارے کام چھوڑ چھاڑ کر، اس کام میں لگ جاؤ کہ ہمیں اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے، ہمیں اللہ تک پہنچنا ہے) اور کہیں ارشاد فرمایا کہ موت تو ہر ایک کو آنی ہے "فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز" (اٰل عمران) (جو دوزخ سے بچا لیا گیا، اور جنت میں داخل کر دیا گیا، تو وہی کامیاب ہے۔)

میرے بھائیو! یہ آیت جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی، اس آیت میں اہلِ ایمان کے لیے دعوت ہے، اہلِ ایمان کے لیے غور و فکر کا مقام ہے اور ہم جو دور دراز سے چل کر یہاں آئے ہیں، ہم جنہوں نے ساری دنیا سے منہ موڑ کر اللہ کے دین کو غالب کرنے کی ایک جدوجہد اور تحریک میں اپنے آپ کو شامل کیا ہے، ہمارا مطمحِ نظر کیا ہے؟ کیوں ہم اس جماعت میں شامل ہوئے؟ یہ سوال میں اپنے بھائیوں کے سامنے، اپنی بہنوں کے سامنے اور اپنے، معزز مہمانوں کے سامنے بھی رکھنا چاہتا ہوں کہ ان دیوانوں نے کیوں یہ فیصلہ کیا تھا؟ کیا ان کے سامنے اقتدار کی منزل آگئی تھی؟ کیا انہیں نظر آ رہا تھا کہ انہیں مادی وسائل حاصل ہو جائیں گے؟ کیا جماعتِ اسلامی کے پلیٹ فارم سے انہیں وزارتیں نظر آ رہی تھیں؟ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے ۔ ان کے سامنے ایک آزمائش کی زندگی تھی. ان کے سامنے مشکلات تھیں ۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا اور سارے راستے اپنے اوپر بند کر کے اس راہ کو اختیار کیا، تو اس کے پیچھے یہی فکر کارفرما تھی کہ یہ اللہ کی رضا کا راستہ ہے اور ہمیں اللہ کی رضا حاصل کرنی ہے، ہمیں قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچانا ہے ۔ اسی لیے ہم اس میں

شامل ہوئے، اسی لیے ہم نے سفر کیا، اور اسی لیے ہم نے اس عارضی بستی میں آکر ٹھہرنے کا فیصلہ کیا۔

مگر میں بالکل آغاز میں یہ بات عرض کر دینا چاہتا ہوں، اور اس بات کا مخاطب میں خود بھی ہوں اور آپ سب لوگ بھی، کہ ہم میں سے ہر ایک کو یہ سوچنا ہے کہ جب ہم یہاں سے جائیں گے تو کیا لے کر جائیں گے۔ کوئی سفر بلا مقصد تو نہیں ہوتا، اور بلا مقصد سفر کرنے والے لوگوں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ انسان کا سفر بامقصد ہوتا ہے اور بامقصد ہونا بھی چاہیئے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم یہاں آکر اس فکر کو پھر اجاگر کر لیں، جو گرد اس پر پڑ چکی ہے اس کو اتار لیں، جو زنگ ہمارے دلوں پر چڑھ چکا ہے اس کو صاف کرنے میں کامیاب ہو جائیں، اور سوچ لیں کہ ہماری منزل کیا ہے، ہمارا سودا کس بات کا ہے، ہم نے یہ فیصلہ کیوں کیا تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سفر پر اٹھنے والا ایک ایک قدم اللہ تعالیٰ کے ہاں بلندی درجات کا ذریعہ بن جائے گا ۔

اللہ تعالیٰ نے یہ جو ارشاد فرمایا کہ جنت کی طرف بڑھو ، وہ جنت کہ جس کی وسعتیں زمین و آسمان پر محیط ہیں ، تو یہاں مفسّرین نے بڑے اہم نکات بیان کیے ۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے طول کا ذکر نہیں کیا ، بلکہ عرض کا ذکر کیا ہے ، وہ جنت کہ جس کا عرض ، جس کی چوڑائی ، زمین و آسمان کی طرح ہے ، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ جنت کے طول و عرض کی بات نہیں کرنا چاہتا ، بلکہ اس کی وسعت کو بیان کرنا چاہتا ہے ۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے ، "البلاد العریض" بڑا کھلا ملک ہے، بڑی کھلی سرزمین ہے ، یہاں بھی فرمایا کہ جنت بڑی کھلی جگہ ہے ۔ بعض مفسّرین نے کہا کہ طول کو اللہ تعالیٰ نے خود بیان نہیں کیا ، اس لیے کہ ہر آدمی جانتا ہے کہ عرض چھوٹا ہوتا ہے اور طول اس سے بھی بڑا ہوتا ہے ، اور اگر عرض کی یہ حالت ہے کہ اس کی وسعتِ زمین اور آسمان پر محیط ہے تو پھر اس کا طول تو اور بھی بڑا ہو گا اور اس کی وسعتیں اور بھی زیادہ ہوں گی ۔

یہ جنت اور اس کی نعمتیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ بیان کیں ۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جنت کو لوگوں کے سامنے اس انداز سے پیش فرمایا کہ وہ لوگ اپنی آنکھوں سے جنت کو دیکھ سکتے تھے ، وہ لوگ جنت کی خوشبو پالیا کرتے تھے ۔ ہم آج جنت کا وہ نقشہ بھول چکے ہیں ، ہم جنت کی اس خوشبو سے محروم ہیں ۔ میں نے آپ حضرات کے سامنے شروع میں کہا تھا کہ سوچیں اور غور کریں کہ وہ خوشبو کس طرح ہمیں آسکتی ہے ۔ جنت کی خوشبو ختم تو نہیں ہو گئی ، جنت کا نقشہ مٹ تو نہیں گیا، پردہ تو ہماری آنکھوں پر پڑ گیا ہے ، ذوق ہمارا بگڑ گیا ہے ، دلچسپیاں ہماری بدل گئی ہیں ، اور ہماری تگ و دو دنیا کے لیے ہو کر رہ گئی ہے ، ورنہ جنت آج بھی وہی ہے ، خوشبوئیں بھی وہی ہیں ، اس کی وسعتیں بھی وہی ہیں۔

میں ان لوگوں کی مثال آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت کا شیدائی بنادیا تھا۔ جنت کے عاشق ، جنت کے طلبگار ، ساری دنیا سے کٹے ہوئے اور جنت کی طرف پیشقدمی کرنے والے ۔ انہوں نے دنیا میں بھی انقلاب برپا کر دیا تھا ۔ آج اگر پاکستان کی منزل اسلامی انقلاب ہے تو وہ اسلامی انقلاب اسی راستے سے آسکتا ہے جو راستہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا تھا ۔ کوئی دوسرا راستہ اس کے لیے نہ کسی مفکر نے بتایا اور نہ عملی دنیا کے اندر کسی نے اسکا تجربہ کر کے دکھایا۔ وہ راستہ اور اس کی مثالیں میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص تھے۔ ان کی روایت ہے ، جو صحیح مسلم میں امام مسلمؒ نے نقل کی ہے ۔ واقعات ہیں جنگِ بدر کے ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر کو خود نہیں دیکھا تھا ، کہ اس وقت ان کی عمر صرف گیارہ سال تھی، مگر انہوں نے اس کے واقعات کو سنا اور یاد کر لیا اور بیان کر دیا۔ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ بدر کے میدان میں پہنچے تو مشرکین ابھی نہیں آئے تھے ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا، "لَا یَتَقَدَّمَنَّ اَحَدٌ مِّنْکُمْ بَیْنَ یَدَیَّ بِشَیْءٍ حَتّٰی اَکُوْنَ اَنَا دُوْنَکُمْ" ۔۔۔

یعنی 'تم میں سے کوئی شخص مجھ سے آگے نہ بڑھے' میرے پیچھے پیچھے رہنا پھر جب مشرکین آگئے' تو نبی اکرم صلّے اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت مختصر خطاب فرمایا ۔ آج تو ہم لمبی لمبی تقریریں کرنے اور لمبی لمبی تقریریں سننے کے عادی ہیں ، مگر اصل بات یہ ہے کہ کوئی ایک لفظ بھی جو دل کے اندر اتر جائے اور انسان کو عمل پر ابھار دے ، وہ کافی ہوتا ہے ۔ یہ مختصر خطاب جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، اس کا نتیجہ تاریخ نے ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کر دیا۔ مشرکین کی طرف اشارہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ، اے اللہ کے بندو! یہ دشمن تمہارے سامنے آچکا ۔ "قوموا الی جنة عرضها السموات والارض" یعنی وہی بات جو اس آیت کے اندر اللہ تعالےٰ نے کہی ، "اٹھو اس جنت کی طرف ۔۔۔۔۔" گویا جنت سامنے نظر آ رہی ہے ،"وہ جنت کہ جس کی وسعتیں زمین اور آسمانوں پر محیط ہیں ۔"

عمیر ابن الحمام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ، "أجنة عرضها السموات والارض یا رسول اللہ ؟"

"یارسولؐ اللہ ، ایسی جنت جس کی وسعتیں زمین اور آسمان پر محیط ہیں؟"

"قال نعم "، فرمایا ہاں۔

"قال بخ بخ "، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی زبان پر آیا، "واہ جی واہ کیا کہنے!" جنت آنکھوں

کے سامنے تھی ۔ وہی آدمی یہ الفاظ کہہ سکتا ہے جو جنت کو دیکھنے والا ہو ، جو جنت کی قدر و قیمت کو پہچانتے والا ہو ، جو اس سے غافل ہے ، اسے کیا معلوم وہ کیا چیز ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "مَا یَحْمِلُکَ عَلیٰ قَولِکَ بَخٍ بَخٍ؟" اے عمیر تم نے واہ واہ کس بات پر کہا،

جواب سنیے! جواب دیا، "رَجَاءَ اَنْ اَکُونَ مِنْ اَھْلِھَا" اُس امید پر اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کہ شاید اس جنت کا میں بھی اہل بن جاؤں"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا "فَاِنَّکَ مِنْ اَہْلِہَا" اے عمیر، تو اہلِ جنت میں سے ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ، عمیر کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں اور ہاتھ کی کھجوریں پھینکتے ہوئے کہا ، کہ اگر ان کھجوروں کو کھانے کا انتظار کروں تو میرے اوپر افسوس ہے کہ جنت میرے سامنے ہے گواہ رہیے کہ اب میں جنت میں جاکر کھجوریں کھاؤں گا۔ ہاتھ کی کھجوریں پھینک دیں ، دشمنوں کے ساتھ لڑے ، اور شہید ہوگئے ۔

یہ جنت تھی جس کی وسعتیں ان کے سامنے تھیں ، یہ جنت تھی جس کی طلب ان کے دلوں میں تھی ، یہ جنت تھی جس کی جانب ان کے قدم بے ساختہ اٹھ جاتے تھے ، اور یہ جنت تھی جو ان کی منتظر تھی۔

پھر ایک دوسری حدیث دیکھیے ۔ یہ بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ۔ صحیح بخاری ، صحیح مسلم اور نسائی ، تینوں حدیث کی معروف کتابوں میں یہ روایت ملتی ہے ۔ وہ جنگِ احد کا حال بیان کرتے ہیں، وہی جنگِ احد جس کے بعد یہ آیات نازل ہوئی تھیں ۔ کہتے ہیں کہ ایک وقت آیا جب فتح شکست میں بدل گئی ، لوگوں کے قدم اکھڑ گئے ، قرآن نے بھی اس بات پر گواہی دی ہے "اذ تصعدون ولا تلوٗن علیٰ احد والرسول یدعوکم فی اخراکم ۔۔۔"

(آلِ عمران : ١٥٣)

"یاد کرو اس وقت کو جب تمہارے قدم اکھڑ گئے ، اور میرا رسول ﷺ میدان میں ڈٹا ہوا تھا ، وہ میدان سے نہیں ہٹا، تم ادھر ادھر بکھر گئے ۔ اس طرف بھی اشارہ کیا کہ میدانِ جنگ میں افواہ پھیل گئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے ہیں ، تو وہاں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ، "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل اَفائن مات او قتل انقلبتم علے اعقابکم" محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، آپ سے پہلے بہت سے انبیاءؑ گزر گئے ، دنیا سے اپنا وقت گزار کر اللہ کے ہاں چلے

گئے ۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس چلے جائیں تو کیا تم اسلام کو چھوڑ دو گے؟ اسلام تو موجود رہے گا ، آپ کا پیغام تو موجود رہے گا اور وہ پیغام تو آج بھی موجود ہے ، آپ کی رسالت تو آج بھی موجود ہے اور ہم اس کے مخاطب ہیں۔

اس وقت جب لوگوں کے قدم اکھڑ رہے تھے، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جیسا بہادر اور جری آدمی بھی میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے لگا ۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو کبھی کمزوری دکھانے والے نہ تھے ، جن کی قوت اور فیصلے پر لوگوں کو بھروسہ تھا ، وہ بھی میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے لگے ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ، میرے چچا انس بن نصر رضی اللہ عنہ میدانِ بدر میں نہیں گئے تھے ، جنگِ احد ان کی پہلی جنگ تھی ، جب انہوں نے اپنے سردار کو دیکھا کہ وہ پیچھے ہٹ رہا ہے تو دشمن کے ساتھ لڑتے ہوئے ایک نظر ان کی طرف دیکھا اور ایک نظر دشمن پر جمائے رکھی ، اور زبان سے پکار کر کہا ، یا سعد ابن معاذ الجنۃ الجنۃ ، اے سعد ابن معاذ! ادھر جنت ہے جنت ۔ اور پھر ساتھ یہ الفاظ بھی کہے ، "وَرَبِّ النَّضْرِ یَا سَعْدُ" اے سعد اس رب کی قسم جو فتوحات دیا کرتا ہے گویا آج اگر شکست آرہی ہے تو فتوحات بھی وہی دیتا ہے ۔ جہاں فتوحات کے پھریرے لہراتے ہوئے اس کے نام کی تکبیر بلند کرتے ہیں ، وہاں شکست کے وقت بھی اسی کا نام لیں گے ۔ شکست کے وقت دشمنوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالیں گے ۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو ، ان کے حوصلے کبھی پست نہیں ہوتے ۔ پھر کہا "اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ الْجَنَّۃِ ـــــــ" مجھے احد پہاڑ کے پیچھے سے جنت کی خوشبو آرہی ہے ۔ یہ جنت کی خوشبو تھی جو ان لوگوں کو آتی تھی ۔ جس نے ان کو مسحور کر رکھا تھا ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ، وہ دشمن کے مقابلے پر اس بہادری کے ساتھ لڑے کہ شہید ہو گئے ، اس طرح کہ ان کو پہچانا نہیں جا سکتا تھا ، سارا جسم زخموں سے چور چور تھا ، کہتے ہیں میری پھوپھی میدانِ جنگ میں گئیں تو انہوں نے اپنے بھائی کے ہاتھ کی انگلیوں کو دیکھ کر پہچانا۔

شہیدِ وفا نے یوں اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کی ، یوں جنت کی خوشبو سے سرشار تھا ۔ وہ دشمن کے مقابلے پر اس طرح لڑا کہ سارا جسم زخموں سے چور چور تھا ، حتیٰ کہ حلیہ پہچانا نہ گیا ۔ پھر یہ بات تو میرے دوستو اور میرے بھائیو ، ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہے جن کے نام تاریخ میں معروف ہیں ورنہ یہاں تو جو اللہ کے ساتھ سودا کر لیتا ہے اسے نام کی پروا نہیں ہوتی ۔ کوئی جانتا ہے یا نہیں جانتا ، جس کے ساتھ سودا کیا ہے ، وہ تو جانتا ہے ، چنانچہ ایک صحابی کا واقعہ حضرت شدادؓ بن ہاد بیان کرتے ہیں امام نسائیؒ نے یہ روایت نقل کی ہے ۔ شداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک بدو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے رسالت مآب

صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گھربار اور بال بچے چھوڑ کر آگیا ہوں ، آپ کی غلامی اختیار کرنے کے لیے ۔ اب آپ ہی کے ساتھ رہوں گا ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھی بات ہے ، تم آگئے ہو تو میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں ۔ پھر ایک دفعہ جب کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کی تیاری کر رہے تھے تو اس نے کہا ، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی لے چلیے ۔ راوی نے ان صاحب کا نام نہیں بیان کیا ، صرف ان کا واقعہ بیان کیا ہے ۔ اس واقعہ سے ہی ان کی شان سامنے آجاتی ہے ۔ نام جو کچھ بھی ہے ، وہ اہلِ جنت میں شامل ہے اور اسے ہم جنتی ہی کہہ سکتے ہیں ۔ وہ صحابیؓ رسولؐ ہیں ، جنت کے طلبگار ہیں ، چنانچہ میدانِ جنگ میں گئے ، فتح نصیب ہوئی ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سب کا حصہ نکالا ، اس اعرابی کا حصہ بھی نکالا ۔ جب اس کا ساتھی اس کے کیمپ میں گیا تو دیکھا کہ وہ موجود نہیں ۔ واپس آکر کہا کہ وہ تو موجود نہیں ہے ۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ جہاد سے واپس آنے کے بعد مجاہدین کے اونٹوں کو چرانے کے لیے جنگل میں لے گیا ہے ۔ ایک جہاد سے آیا ہے ، دوسرے جہاد میں چلا گیا ہے ۔

آپ بھی مختلف جہادوں میں حصہ لیتے ہیں ، کبھی آپ یہاں اس اجتماع گاہ میں آتے ہیں حق کو غالب کرنے کے لیے ، کبھی آپ گلی کوچوں میں گھومتے پھرتے ہیں حق کو غالب کرنے کے لیے ، کبھی آپ باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہیں ، کبھی آپ کسی گرے ہوئے کو اوپر اٹھاتے ہیں ۔ یہ سارے کام جہاد کا حصہ ہیں ۔

وہ آدمی تلوار اتار کر اپنے خیمہ میں رکھتا ہے اور اونٹوں کو لیکر جنگل کی طرف چلا جاتا ہے ، یہ بھی جہاد کا حصہ ہے ۔ وہ صاحب واپس آئے ، ان کا حصہ انہیں دیا گیا ۔ دینے والے سے پوچھا ، یہ کیا ہے؟ کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا حصہ دیا ہے ۔ انہوں نے وہ حصہ اٹھایا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کیمپ میں پہنچ گئے ۔ (جس طرح یہاں کیمپوں کی یہ بستی ہے ، جہاں آپ کے امیر جماعت ہیں ، جہاں آپ کے امراءِ صوبہ اور امراءِ اضلاع ہیں ، جہاں آپ خود ہیں اسی طرح سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بستیاں ہوتی تھیں جو میدانِ جنگ میں اور جنگلات میں آباد ہو جاتی تھیں ۔) اور جا کر کہا ، "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، یہ کیا ہے ؟" فرمایا ، "مالِ غنیمت میں تیرا حصہ ہے" ۔ اب ان کے الفاظ سنیئے ! الفاظ سادہ ہیں مگر بڑے عظیم ہیں ۔ زندۂ جاوید ہیں ۔ اس لیے کہ ایک زندۂ جاوید شخصیت کی زبان سے نکلے تھے کہا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپؐ کے ساتھ اس مالِ غنیمت کے لیے نہیں آیا تھا"۔

پوچھا ، "تم کس لیے آئے تھے؟"

کہا ، "میں تو آیا تھا کہ دشمن کا کوئی تیر آئے اور آکر یہاں حلق میں لگ جائے اور میں اپنی منزل سے ہمکنار ہو جاؤں۔"

اگلے دن پھر لڑائی ہوئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حال میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہاتھوں پر ایک شخص کو اٹھا رکھا تھا ، وہ شہید ہو چکا تھا ، اور اس کے گلے میں تیر ابھی تک پیوست تھا ۔ یہ جنت کے طلبگار لوگ تھے ، جنت کی طرف پیش قدمی کرنے والے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا ، " اَھُوَ ھُوَ؟ "کیا یہ وہی شخص ہے جو کل یہ بات کہہ رہا تھا ۔ عرض کیا گیا ، ہاں ۔ راوی بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ شہداء کو ان کے اسی لباس میں دفن کر دیا جاتا تھا ، جس میں وہ شہید ہوتے تھے مگر اس شخص کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا کرتہ مبارک اتارا اور اس کے لباس کے اوپر وہ کرتہ پہنا دیا ۔ پھر قبر کے کنارے کھڑے ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللّٰھم ھذا عبدک" یا اللہ یہ تیرا بندہ ہے "خرج مہاجراً فی سبیلک" تیری راہ میں گھر بار کو چھوڑ کر نکلا تھا ، "فقتل شہیدا وانا شہید علے ذالک" یا اللہ یہ تیری راہ میں شہید ہو گیا ہے ۔ اے اللہ میں اس کی شہادت پر گواہ ہوں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شہادت پر گواہ ہیں ، اپنا کرتہ اتار کر اسے پہناتے ہیں ۔ نام اس کا بیان نہیں کیا گیا ، مگر مقام اس کا دیکھیے ۔ فکر تو مقام کی ہونی چاہیے ، نام میں کیا ہے ۔ نام اگر کوئی جانتا ہے تو بھی ٹھیک ہے اور اگر کوئی نہیں جانتا تو بھی ٹھیک ہے ۔ اللہ ربّ العٰلمین کے ہاں ہمارا نام موجود ہونا چاہیے کہ اس کی فہرست سے ہی اگر ہمارا نام خارج ہو گیا تو یہاں کی فہرستوں میں ہمارا نام کسی کام نہیں آئے گا ۔

اس فہرست میں نام داخل کروانے کے لیے راتوں کی تاریکی میں اٹھ کر تنہائیوں میں رونا پڑتا ہے اور اللہ سے اپنا رشتہ اور تعلق جوڑنا پڑتا ہے ، اس انداز میں کہ جنت اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آئے ، اس انداز میں کہ جنت کی خوشبو آئے ، اس انداز میں کہ جنت کی طلب میں! پنے آپ کو قربان کرنے پر آمادہ ہوں ۔

اس جنت کے بارے میں اشاد فرمایا کہ یہ جنت تیار کی گئی ہے ۔ دوزخ کے لیے بھی اللہ نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں ۔ اس کے معنی ہیں اہتمام کے ساتھ تیار کیا گیا ہے ۔ یہ جنت کن لوگوں کے لیے ہے ؟ متقی لوگوں کے لیے اور متقی کون ہیں ؟ اللہ تبارک و تعالیٰ کی خشیت سے جن کے

دل آباد ہیں اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ جنہوں نے اختیار کر لیا ہے ۔ تقویٰ کسی مخصوص ہیئت کذائی کا نام نہیں ہے ۔ وہ تقویٰ اس گفتار کا نام ہے ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتار کے مطابق ہو ، وہ تقویٰ اس کردار کا نام ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں نظر آتا تھا ، وہ ان معاملات کا نام ہے ، جو کھرے اور سچے ہوں ، وہ اس زندگی کا نام ہے جس کے اندر دو رنگی اور منافقت نہ ہو بلکہ ایک رنگ میں رنگی ہوئی زندگی ہو جسے اللہ تعالیٰ کا رنگ ، صبغۃ اللہ کہا گیا ہے ۔

تقویٰ کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت آپ نے بارہا سنی ہوگی کہ آپؐ نے دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "التقوی ھھنا" (تقویٰ یہاں ہوتا ہے) تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کہی ، یعنی تقویٰ تو دل میں پیدا ہوتا ہے ۔ قرآنِ مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیعِ فرمان بن جاتے ہیں ، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں کو تقویٰ کے لیے چن لیا ہے اور آزما لیا ہے ۔ (الحجرات)

تقویٰ کا مسکن انسان کا دل ہے اور اس کا مظہر انسان کے اعمال اور اس کی پوری زندگی ہے ۔ اگر کوئی بیج ہی نہیں ڈالا گیا تو درخت کیسے پیدا ہوگا ۔ اگر کوئی مصنوعی درخت کھڑا کر دیا گیا ہے تو مصنوعی درختوں پر نہ پھول لگتے ہیں نہ پھل لگتا ہے ، نہ بہار آتی ہے ۔ پھر کسی وقت بھی مصنوعی لبادہ اتر جاتا ہے ۔ اگر بیج ڈال دیا جائے اور اس کی رکھوالی کی جائے تو پھر اس کے پتے بھی نظر آئیں گے ، اس کے پھول بھی نکلیں گے ، اس کا پھل بھی آئے گا ، اس کی بہاریں بھی نظر آئیں گی ۔

تقویٰ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہا کہ دل کے اندر پیدا ہوتا ہے ، تو دلوں کو وقتاً فوقتاً ٹٹولتے رہنا چاہیے ۔ آج بھی دل میں جھانکنا چاہیے کہ دل کی کیا کیفیت ہے ۔ کیا اللہ کے ساتھ کیا ہوا عہد ہمیں یاد ہے ؟ کیا اللہ کی دھرتی پر اللہ کا دین غالب کرنے کا جو دعویٰ ہم نے کیا تھا اس کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دیں ، اسے اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے ۔ جنت جس کے ہم طلبگار ہیں کیا وہاں تک پہنچنے کے لیے زادِ راہ تیار کر لیا ؟ یہ ساری باتیں سوچنے کی ہیں ۔ یہ ساری باتیں دل کے اندر جھانکنے سے انسان کو معلوم ہوتی ہیں ۔

تقویٰ کی ایک اور تشریح جو مفسرِ قرآن ابی بن کعبؓ نے بیان کی ۔ یہ جواب تھا سیدنا عمرؓ بن الخطاب کے سوال کا ۔ یہ بات بھی جان لیجیے کہ سیدنا عمرؓ بن الخطاب خود بڑے عالم تھے ۔ وہ ایسی شخصیت تھے کہ جن کی رائے کے مطابق قرآن کی وحی نازل ہوتی رہی ، مگر سوال اس لیے پوچھا کہ وہ مربی تھے ۔ وہ چاہتے تھے کہ میں کسی سے پوچھوں اور کوئی بیان کرے ، اور لوگوں کے سامنے یہ

بات آجائے ۔ اس سے ان کے درجہ میں کوئی کمی نہیں ہوئی ۔ انہوں نے ابی بن کعبؓ سے پوچھا ، "ابی تقویٰ کے معنی کیا ہیں؟" ۔ انہوں نے جواب دیا ، "اے امیر المومنین ، کبھی آپ کسی گھنے جنگل میں سے گزرے ہیں ، جہاں راستہ تنگ ہو اور کانٹے دار جھاڑیاں ہوں ؟" فرمایا ، "ہاں گزرا ہوں ۔" پوچھا "آپ گزرتے وقت کیا کرتے ہیں ؟" فرمایا ، "اپنا دامن سمیٹ لیتا ہوں ، دائیں بھی نظر رکھتا ہوں ، اور بائیں بھی ، کہ دامن کسی کانٹے سے الجھ نہ جائے" ۔ فرمایا ، "تقویٰ بالکل یہی ہے ۔"

دنیا کی اس زندگی کے اندر معصیت اور نافرمانی کے کانٹے بچھے ہوئے ہیں ۔ معاشرے میں گندگی کے ڈھیر ہر جانب ہیں ۔ ہر جگہ پر خار دار جھاڑیوں کے جنگلات اگ آئے ہیں ۔ یہ جنگلات کہیں دور نہیں ہیں ، یہ ہمارے گھر کی دہلیز پر تھے ، اب ہمارے گھروں کے اندر داخل ہونے شروع ہو گئے ہیں ۔ ہر جانب معصیّت ، ہر جانب نافرمانی ، ہر جانب اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزیاں ۔ حکومت کی سطح پر بھی یہی حال ہے ، مگر صرف حکومت کو مطعون کر کے ہم بری الزمہ نہیں ہو سکتے ۔ پورے معاشرے میں ، ہر طبقے میں ، ہر گلی اور محلے میں ، ہر گھر کی چار دیواری میں اللہ کے احکام کی خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں ۔ یہ معصیت کے کانٹے ہیں جو ہمارے دامن کو داغدار کرتے رہتے ہیں ۔ مفسّرِ قرآن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جو بات کہی تھی ، اس بات کی روشنی میں ہمیں اپنا دامن سمیٹ کے رکھنا چاہیے ۔ کہیں رزق حرام کے دروازے کھلے ہیں اور رزق حلال کے دروازے بند ہیں ، کہیں فحاشی اور عریانی کا سیلاب ہے ، کہیں رشوت اور دوسری برائیاں ہیں ، کہیں طاغوت نے ایسے خوشنما جال پھیلا رکھے ہیں کہ لوگ ان میں پھنس جائیں ۔ ان ساری معصیتوں سے بندۂ مومن کو اپنا دامن بچا کے رکھنا ہے ، اس لیے کہ جس جنّت کا نقشہ اوپر ہماری آنکھوں کے سامنے آیا ، اور اس کے طلبگاروں کی جو تصویری جھلکیاں ہم نے دیکھیں ، اس جنت میں پہنچ جانے کے لیے لازمی شرط تقویٰ ہے ۔ تقویٰ اس بات کا نام ہے کہ انسان کے دل کے اندر خوفِ خدا پیدا ہو جائے ، انسان کے دل کے اندر خدا کی محبت پیدا ہو جائے ، پھر وہ معصیت سے نفرت کرنا شروع کر دے ۔

میرے بھائیو اور میری بہنو! یہ لمبا سفر جو آپ نے کیا ، اس سفر کے دوران آپ نے یقیناً اس بات پر غور کیا ہو گا کہ ہم اللہ کی راہ میں نکلنے والے مسافر ہیں ۔ آپ یہاں آ کر اللہ کی میزبانی میں ہیں ۔ ضروری ہے کہ آپ اس اللہ کا یہ حکم ، اور اس اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کی طرف یہ پیغام "کہ دوڑو ، آگے بڑھو اور دوسروں سے آگے نکل جانے کی کوشش کرو ، جنت کی طرف اور مغفرت کی طرف" اپنے سامنے رکھیں ، اور اس پر غور کریں "وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون" (المطففین)

یعنی ریس کرنے والے اگر کوئی ہیں ، مقابلہ کرنے والے اگر ہیں ، تو اس میدان کے اندر مقابلہ کریں ، وہ اس میدان میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں ۔

میری اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو قرآن کے پیغام کے لیے کھول دے ، وہ ہمارے معاشرے کو اسلام اور اسلامی انقلاب کے لیے تیار کر دے ، وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم نے اس کے ساتھ جو عہد باندھا تھا ، اس عہد کے تقاضوں کو پورا کر سکیں ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری حقیر کوششوں کو قبول فرمائے ، اور ہمارے راستے کی رکاوٹوں کو دور کر دے ۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین